

فقہ و افتاء کی مختصر تاریخ

ساحل سہسرامی (علیگ)

انسان جستجو اور دریافت کا پیکر اور ایک دوسرے کے تعاون کا محتاج ہے۔ اس لئے ابتدائے آفریش سے ہی اس کی جستجو کا سفر جاری ہے اور اس کے ساتھ متوازی طور پر باہمی مفاہمت کا عمل بھی۔ تحقیق و جستجو اور مفاہمت کے اسی سلسلے کو فقہ (یعنی فہم) افتاء (یعنی باہمی دریافت) کی معزز اصطلاحات سے موسوم کرتے ہیں۔ اس طور سے یہ دونوں چیزیں ابتدائے تخلیق سے چلی آ رہی ہیں۔ قرآن حکیم، احادیث طیبہ میں بھی اس کی واضح ہدایات اور فضیلتیں وارد ہیں۔ قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ:

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۸۳﴾ (النحل: ۸۳)
(تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں)۔

مفتی اور مستفتی دونوں کی اہمیت واضح فرما رہی ہے۔ سارے انبیاء و مرسلین، دعاۃ و مبلغین اپنی امتوں اور مائتوں کو اسلامی احکام بتاتے چلے آئے اور ساری امتیں اپنے پیغمبروں اور رہنماؤں سے شرعی احکام دریافت کرتی رہیں، اس لئے عمومی تناظر میں سبھی رہنما فقیہ اور مفتی اور سارے متبعین مستفتی نظر آتے ہیں۔ لیکن ہماری گفتگو امت محمدی کے مخصوص عربی فقہاء تک محدود ہے، اس لئے ان الفاظ کے وہی معانی بیان ہوں گے جو ان کے معروف اصطلاحی مفہوم کے گرد گھومتے نظر آئیں۔

فقہ و افتاء مفہوم کے اعتبار سے قریب قریب مساوی ہیں۔ البتہ افتاء فقیہ کی ایک مخصوص اور ممتاز حیثیت ہوتی ہے۔ علامہ زحمری فقیہ کی تعریف ان لفظوں میں کرتے ہیں:

”الْفَقِيْه : الْعَالِمُ الَّذِي يَشُقُّ الْاِحْكَامَ وَيَفْتَشُّ عَنْ حَقَائِقِهَا“۔

”فقیہ ایسے عالم دین کو کہتے ہیں جو احکام شریعت کی تمہیں کھولتا اور ان کے حقائق کی تفتیش کرتا ہے۔“

ابتدائی زمانہ میں یہ لفظ مجتہد مطلق کے تعلق سے استعمال کیا جاتا تھا لیکن اب ایسے ناقل فتویٰ کو مفتی اور فقیہ کہتے ہیں جو فقہائے کرام کے مختلف طبقات پر گہری نظر رکھتا ہو اور راجح اور

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ﴿۸۱﴾ قانون شریعت ہی کا دوسرا نام فقہ اسلامی ہے ﴿۸۱﴾

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۸۲﴾ ذوالحجہ/محرم ۱۴۲۶ھ ۲۷ جنوری ۲۰۰۶
مروج، مفتی بہ میں امتیاز کی صلاحیت رکھتا ہو۔

حضرت علامہ سید محمد ابن عابدین شامی قدس سرہ "ردالمحتار علی الدر المختار"
میں تحریر فرماتے ہیں:

"المفتی هو المجتهد فاما غير المجتهد ممن يحفظ اقوال
المجتهد فليس بمفت والواجب عليه إذا سئل ان يذكر قول
المجتهد كالامام على وجه الحكاية فعرف ان ما يكون في زماننا
من فتوى الموجودين ليس بفتوى بل هو نقل كلام المفتي لياخذ
به المستفتي۔ (ردالمحتار: ۱/۳۷)

"مفتی مجتہد ہوتا ہے۔ جو شخص مجتہد نہ ہو، صرف کسی مجتہد کے اقوال کو یاد رکھتا
ہو، وہ مفتی نہیں ہوتا۔ ایسے شخص پر لازم ہے کہ جب اس سے کچھ پوچھا
جائے تو کسی مجتہد جیسے حضرت امام اعظم کا قول بطور حکایت بیان کر دے۔
اس وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ ہمارے زمانے کے اصحاب فقہ کے فتاویٰ
درحقیقت فتویٰ نہیں ہوتے بلکہ وہ کسی حقیقی مفتی کے اقوال کی نقل ہوتی ہے
تاکہ مستفتی اس کی روشنی میں حکم شریعت اخذ کر سکے۔"

اسی لئے لوہیں معلوف نے المنجد میں مفتی کی موجودہ تشریح یہ بیان کی ہے:

"المفتی: الفقيه الذي يعطى الفتوى و يجيب عما ألقى عليه من
مسائل المتعلقة بالشرية"

"مفتی ایسے اسلامی دانشور کو کہتے ہیں کہ جب اس کے سامنے شریعت سے
متعلق مسائل پیش کئے جاتے ہیں تو وہ ان کے جواب دیتا ہے اور شرعی
فیصلہ صادر کرتا ہے۔" (المنجد، ص ۹۸)

عقبی فقیہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ رسالہ مبارکہ "اجلی
الاعلام ان الفتوى مطلقاً على قول الامام" () میں چند بنیادی مقدمات بیان کرتے
ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"الرابعة: الفتوى حقيقة وعرفية. فالحقيقة هو الإفتاء عن

۱۵۰ ہجری ۱۵۰ ہجری ہے ☆

معرفة الدليل التفصيلی واولئك الذين يقال لهم اصحاب الفتوى ويقال "بهذا افنى الفقيه ابو جعفر والفقيه ابو الليث واضرابهما رحمهم الله تعالى. والعرفية: اخبار العالم باقوال الامام جاهلا عنها تقليدا له من دون تلك المعرفة كما يقال فتاوى ابن نجيم والغزى والطورى والفتاوى الخيرية وهلم تنزلا زمانا ورتبة الى الفتاوى الرضوية جعلها الله تعالى مرضية مرضية. امين"۔

”چوتھا مقدمہ: فتویٰ کی دو قسمیں ہیں: عربی اور حقیقی۔ حقیقی یہ ہے کہ دلیل تفصیلی کی معرفت کے بعد فتویٰ دیا جائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اصحاب فتویٰ کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں: یہی فتویٰ دیا ہے فقیہ ابو جعفر، فقیہ ابو الليث اور ان کے امثال نے۔ اور عربی فتویٰ یہ ہے کہ عالم لوگوں کو امام کے اقوال بتا دے۔ وہ دلیل کو نہ جانتا ہو، محض تقلید کے طور پر ایسا کرے۔ جیسے کہا جاتا ہے: فتاویٰ ابن نجیم، فتاویٰ عزی، فتاویٰ طوری اور فتاویٰ خیر یہ وغیرہ اور بعد کے زمانہ میں فتاویٰ رضویہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پسندیدہ اور راضی کرنے والا بنا دے۔ آمین!“ (الفتاویٰ الرضویہ، مترجم، ۱/۱۰۹)

اس کا ذکر پہلے ہو چکا کہ افتاء کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسان کی۔ شریعت محمدی کے نزول سے اس کا شاندار اور ممتاز دور شروع ہوتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت اور نزولِ قرآن سے اسلامی تعلیمات کا دائرہ مکمل ہونا شروع ہوا۔ حضرات صحابہ و صحابیات بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلامی تعلیمات کا درس لیتے، درپیش آنے والے مسائل دریافت کرتے استفاء اور افتاء کا یہ سب سے مستند، قیمتی اور زریں دور ہے جو قیامت تک کے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے سرچشمہ فیض کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دور میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والاصفات ہر مسئلہ کا مکمل، مقدس اور تفسیحی بخش حل پیش کرتی۔ اس تقدس مآب دور اولین کے بعد اب تک فقہ و افتاء کے چار شاندار دور گزر چکے ہیں۔

فقہ و افتا کا دوسرا دور: (۱۰ھ تا ۱۴ھ)

اس جہاں رنگ و بو سے خورشید رسالت کا جب ظاہری رخ روپوش ہو گیا تو اکابر صحابہ کرام نے امت کی زمام قیادت سنبھالی۔ حضرات خلفائے راشدین نے اسلامی سلطنت کی سرحدیں وسیع کیں تو عجمی تمدن نے نئے نئے مسائل در آمد کئے۔ جن کے اسلامی حل کے لئے گروہ صحابہ کے صاحبانِ تدبر اور والیانِ تفقہ نے کتاب و سنت کی روشنی میں اپنے تدبر اور تائید الہی کے سہارے فیصلے صادر فرمائے جو بعد کی نسلوں کے لئے استناد کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس دور میں جو ۱۰ھ سے لے کر ۴۱ھ تک محیط ہے، حضرات خلفائے راشدین، حضرت عبداللہ بن مسعود (م ۳۲ھ) حضرت ابو موسیٰ اشعری (م ۵۲ھ) حضرت معاذ بن جبل (م ۱۸ھ)، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ (م ۵۷ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عنہم اجمعین کے فقہانہ فیصلے اور فتاویٰ بہت شہرت رکھتے تھے۔

تیسرا دور: (۴۱ھ تا ۱۰۰ھ)

اکابر صحابہ کی صفیں خالی ہونے کے بعد اصغر صحابہ کرام اور کبار تابعین نے امت کی قیادت سنبھالی۔ اس دور میں اسلامی سلطنت کی وسعتیں شرق و غرب اور جنوب و شمال کی وسعتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ چکی تھیں۔ تمدن کی وسعت، علم کی گرم بازاری، اور عرب و عجم کے اختلاط نے اجتہادی جذبوں میں بڑی تیزگامی پیدا کر دی تھی۔ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، کوفہ بصرہ، شام، مصر اور یمن میں فقہائے مجتہدین کی کثیر صفیں آراستہ تھیں اور ہر ایک کے درس و افادہ کی اپنی ایک الگ ہی دھوم تھی۔ چند اسمائے گرامی پیش ہوتے ہیں۔

۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (م ۵۷ھ)۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر (م ۷۳ھ)۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ (م ۵۸ھ)۔

۴۔ حضرت سعید بن مسیب بخزومی (م ۹۳ھ)۔

۵۔ حضرت عروہ بن زبیر بن عوام اسدی (م ۹۳ھ)۔

۶۔ حضرت ابوبکر بن عبدالرحمن (م ۹۳ھ)۔

فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب (سنن ابوداؤد و ترمذی)

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۸۵﴾ ذوالحجہ / محرم ۱۴۲۶ھ ☆ جنوری ۲۰۰۶

- ۷۔ حضرت امام زین العابدین علی بن حسین (م ۹۳ھ)۔
- ۸۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر (م ۱۰۶ھ)۔
- ۹۔ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر (م ۱۰۶ھ)۔
- ۱۰۔ حضرت سلیمان بن یسار (م ۱۰۷ھ)۔
- ۱۱۔ حضرت نافع (م ۱۱۷ھ)۔
- ۱۲۔ حضرت ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ)۔
- ۱۳۔ حضرت امام محمد باقر محمد بن علی بن حسین (م ۱۱۴ھ)۔
- ۱۴۔ حضرت امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین (م ۱۴۸ھ)۔
- ۱۵۔ حضرت ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان (م ۱۳۱ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز تھے۔
- ۱۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس (م ۶۸ھ)۔
- ۱۷۔ حضرت مجاہد بن جبیر (م ۱۰۳ھ)۔
- ۱۸۔ حضرت عکرمہ ابن عباس (م ۱۰۷ھ) مکہ معظمہ کے نامور فقیہ تھے۔
- ۱۹۔ حضرت علقمہ بن قیس (م ۶۲ھ)۔
- ۲۰۔ حضرت مسروق بن اجدع (م ۶۳ھ)۔
- ۲۱۔ حضرت عبیدہ بن عمرو سلمانی (م ۹۲ھ)۔
- ۲۲۔ حضرت اسود بن یزید نخعی (م ۹۵ھ)۔
- ۲۳۔ حضرت قاضی شریح بن حارث کنڈی (م ۹۵ھ)۔
- ۲۴۔ حضرت سعید بن جبیر (م ۹۵ھ)۔
- ۲۵۔ حضرت عمرو بن شریح (م ۱۰۴ھ) کے فقہی افادات کی کوفہ میں دھوم تھی۔
- ۲۶۔ حضرت انس بن مالک (م ۹۳ھ)۔
- ۲۷۔ حضرت ابو العالیہ رفیع بن مہران (م ۹۰ھ)۔
- ۲۸۔ حضرت ابوالشعاعہ جابر بن یزید (م ۹۳ھ)۔
- ۲۹۔ امام التعمیر والروایا حضرت محمد بن سیرین (م ۱۳۱ھ)۔

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداؤد و ترمذی)

- ۳۰۔ حضرت قوادہ بن دعامہ (م ۱۱۸ھ) کے جلوؤں سے بصرہ کی سرزمین جگمگاہی تھی۔
- ۳۱۔ حضرت عبدالرحمن بن غنم اشعری (م ۷۸ھ)۔
- ۳۲۔ حضرت ابودریس خولانی (م ۸۰ھ)۔
- ۳۳۔ حضرت قبیصہ بن ذویب (م ۸۱ھ)۔
- ۳۴۔ حضرت رجاہ بن حیوۃ کندی (م ۱۱۲ھ)۔
- ۳۵۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) ملک شام کے نامور فقہاء میں شمار ہوتے تھے۔
- ۳۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (م ۶۵ھ)۔
- ۳۷۔ حضرت ابوالخیر مرشد بن عبداللہ (م ۹۰ھ)۔
- ۳۸۔ حضرت یزید بن ابی حبیب (م ۱۲۸ھ) نے مصر کے علمی ایوانوں میں اجالا کر رکھا تھا۔
- ۳۹۔ حضرت طاؤس بن کیسان ہندی (م ۱۰۶ھ)۔
- ۴۰۔ حضرت وہب بن منبہ صنعانی (م ۱۱۴ھ)۔
- ۴۱۔ حضرت یحییٰ بن کثیر نے یمن کی بزم علم میں برکتیں بکھیر رکھی تھیں۔
- اس مختصر ترین فہرست سے ہی اندازہ کیجئے کہ اس دور میں اس فن نے کتنی وسعت اختیار کر لی تھی۔ اس کثیر پھیلاؤ کی باضابطہ شیرازہ بندی ہوتی ہے چوتھے دور میں۔

چوتھا دور:

اس دور کا دائرہ دوسری صدی ہجری کی ابتداء سے لے کر چوتھی صدی ہجری کے وسط تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی دور میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی جلیل الشان ذات گرامی معجزہ سرور کائنات کی صورت میں جلوہ گر ہوئی جنہوں نے اپنے چالیس برگزیدہ تلامذہ کے ساتھ مل کر اس فن کی باضابطہ شاندار تدوین فرمائی، جو قیامت تک کے مسائل حیات حل کرنے کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرات محققین نے خوب فرمایا:

”فقہ کی کاشت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی، حضرت علقمہ نے اس کی آبیاری کی، حضرت ابراہیم نخعی نے اس کی کھیتی کو کانا، حضرت حماد نے اس کی بھوسی اتاری، حضرت امام اعظم نے اسے باڑیک

علم فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعد)

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۸۷﴾ ذوالحجہ/محرم ۱۴۲۶ھ ☆ جنوری 2006

پیساً، حضرت امام ابو یوسف نے اسے گوندھا اور حضرت امام محمد بن حسن شیبانی نے اس کی رونیاں پکائیں۔ اب ساری امت ان روٹیوں سے شکم سیر ہو رہی ہے۔“

اس دور میں امام الائمہ، سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸۰ھ-۱۵۰ھ) کے علاوہ بہت سارے ائمہ کے فقہی مکاتب کی بنیاد پڑی۔ مدینہ طیبہ میں حضرت امام مالک بن انس (۹۳ھ-۱۷۹ھ)، مصر میں حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ)، بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل (۱۶۲ھ-۲۴۱ھ)، کوفہ میں حضرت سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) مصر میں امام لیث (م ۱۷۵ھ)، بغداد میں امام ابو ثور (م ۲۴۰ھ)، اندلس اور دمشق میں امام عبدالرحمن بن عمر دمشقی اور اوزاعی (۸۸ھ-۱۵۷ھ) کے مذاہب پھیلے۔ لیکن چار مشہور فقہی مذاہب حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کے سوا کسی دوسرے فقہی مکتب کو بقائے دوام نہ مل سکی۔

یہی وہ دور ہے جس میں فقہ کی باضابطہ اصولی تدوین ہوئی، مختلف مذاہب پھیلے، ہر مذہب کی ترجمان کثیر کتابیں لکھی گئیں، فقہی مباحثات کی روش عام ہوئی، یہاں تک کہ عالم میں صرف چار فقہی مذاہب کے اثرات ہی محفوظ رہ سکے۔ ان چاروں مذاہب میں جو عروج اور قبول عام، فقہ حنفی کو نصیب ہوا اسے محض فضل الہی، امام الائمہ، سراج الامۃ، کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طہارت باطن، فکری گہرائی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی مقبولیت کا ثمرہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ امام جلیل حضرت ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۳ھ) کے بیان کے مطابق پوری امت کا دو تہائی حصہ حنفی ہے۔ (مرقات ۲/۲۳)۔ اپنے تو خیر اپنے ٹھہرے، غیروں نے بھی آپ کی عظمت، جلالت اور مقبول بارگاہ الہی ہونے کی شہادت دی ہے۔ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول کافی شہرت رکھتا ہے:

الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ

لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے دست نگر ہیں۔

بہت ممتاز شافعی ہندی محدث اور فقیہ علامہ محمد طاہر نقوی (م ۱۸۶ھ) صاحب ”مجمع البحار“

”المغنی“ میں بہت سچی بات تحریر فرماتے ہیں:

فلولم یکن للہ سرخفی فیہ لما جمع لہ شیطر الاسلام او ما یقاربه

ہذا قال الامام الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ: امن الناس علی فی الفقہ محمد بن حسن ☆

علمی تقلیدہ حتیٰ عبد اللہ بفقہہ و عمل برائہ الی یومنا ما یقارب

اربع مائے و خمسين سنة وفيه دل دليل على صحته (المعنى ص ۸۰)

”اگر اس مذہب حنفی میں اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا راز پوشیدہ نہ ہوتا تو نصف یا

اس کے قریب مسلمان اس مذہب کے مقلد نہ ہوتے۔ ہمارے زمانے تک،

جس کو امام صاحب سے تقریباً ساڑھے چار سو برس کا عرصہ ہوتا ہے، ان کی

فقہ کے مطابق اللہ وحدہ کی عبادت ہو رہی ہے اور ان کی رائے پر عمل ہو رہا

ہے۔ یہ اس مذہب کے عند اللہ مقبول اور صحیح ہونے کی شاندار دلیل ہے۔“

(تاریخ علم فقہ، مفتی سید عیم الاحسان، مطبوعہ مکتبہ برہان، دہلی، ص ۷۷)

فقہ حنفی کی ایجاد کو بارہ سو سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے۔ اس طویل عرصے میں

لاکھوں فقہاء اور ارباب فتاویٰ پیدا ہوئے، ان کی لسانی اور قلمی یادگاریں تلامذہ اور تصانیف کی صورت

میں منظر عام پر آتی رہیں۔ اسلام، مجرورہ کی وسعتوں پر محیط ہو چکا ہے۔ کسے یارا ہے کہ ان کے اجمالی

حالات بلکہ صرف اسمائے گرامی ہی شمار کر سکے۔ اس لئے مزید تفصیل میں نہ جا کر فقہائے احناف

کے طبقات، فقہ حنفی کی مستند کتابوں کی درجہ بندیاں اور چند ممتاز ترین کتب فتاویٰ کی تفصیل پر اکتفا کی

جاتی ہے۔

ماہرین فقہ نے حضرات فقہاء کو سات طبقاتوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ مجتہد فی الشرع / مجتہد مطلق مستقل:

یہ فقہائے اسلام کا وہ طبقہ ہے جنہیں اصولی قواعد کی تائیس، کتاب و سنت، اجماع اور

قیاس سے فرعی احکام کے استنباط کی ذاتی سطح پر استعداد حاصل ہو اور وہ اصول و فروع میں کسی کی تقلید

کے محتاج نہ ہوں۔ جیسے سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ)، امام مالک (م ۱۷۹ھ)، امام

شافعی (م ۲۰۴ھ)، امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)۔

۲۔ مجتہد فی المذہب / مجتہد مطلق غیر مستقل:

یہ ایسے فقہاء ہوتے ہیں جن میں مجتہد مطلق کی ساری صلاحیتیں موجود ہوتی

ہیں لیکن وہ خود کو اصول میں کسی مجتہد مطلق کا تابع رکھتے ہیں اور ان کے بنائے ہوئے اصول کی روشنی

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۸۹﴾ ذوالحجہ/محرم ۲۷-۱۴۲۶ھ ☆ جنوری ۲۰۰۶
میں کتاب و سنت، اجماع اور قیاس سے مسائل کے استخراج کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یعنی اصول میں
مقلد ہوتے ہیں اور فروع میں مجتہد۔ جیسے حضرت امام ابو یوسف (م ۱۸۳ھ)، امام محمد (م ۱۸۹ھ)،
امام عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) وغیرہ تلامذہ امام اعظم قدس سرہ۔

۳۔ مجتہد فی المسائل / مجتہد مقید:

ایسے فقہاء اس زمرے میں آتے ہیں جو اصول و فروع دونوں میں مجتہد مطلق کے تابع
ہوں اور ان کے وضع کردہ اصول و فروع کی روشنی میں ایسے مسائل کا استنباط کر سکتے ہوں جن کے
بارے میں ائمہ مذہب سے کوئی روایت نہیں ملتی۔ جیسے امام ابو بکر خفاف (م ۲۶۱ھ)، امام ابو جعفر
طحاوی (م ۳۳۱ھ)، امام ابوالحسن کرخی (م ۳۴۰ھ)، شمس اللامۃ حلوانی (م ۳۵۶ھ)، شمس اللامۃ سرخسی
(م ۵۰۰ھ)، امام فخر الاسلام بزدوی (م ۴۸۲ھ)، امام فخر الدین قاسمی خاں (م ۵۹۳ھ)۔

۴۔ اصحاب تخریج:

حضرات فقہاء کا یہ طبقہ اجتہاد و استنباط مستقل کی قدرت نہیں رکھتا، البتہ ائمہ مذہب کے
وضع کردہ سارے اصول و فروع پر گہری نگاہ ہوتی ہے، جس کی روشنی میں یہ مجمل کی تشریح، محتمل کی
تسین مثالوں کے حوالے سے کر سکتے ہیں۔ حضرت امام ابو بکر احمد بن علی رازی (م ۳۷۷ھ) اسی طبقے
سے تعلق رکھتے ہیں۔

۵۔ اصحاب تریج:

یہ حضرات اصحاب تخریج سے کتر ثقاہت کے حامل ہوتے ہیں اور ائمہ مذہب سے منقول
روایات میں سے اصول و فروع کی روشنی میں بعض کو بعض پر تریج دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جیسے
امام ابوالحسن قدوری (م ۴۲۸ھ)، صاحب ہدایہ امام ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی (م
۵۹۳ھ) وغیرہ۔

”ہذا اولی، ہذا اصح، ہذا اوضح، ہذا اوفق للقیاس“ جیسے اقوال ان کی

پہچان ہوتے ہیں۔

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابوسعید) ☆☆☆

۶۔ اصحاب تمیز:

فقہاء کا یہ گروہ مذہب کے قوی اور ضعیف، مقبول اور مردود اقوال میں تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ظاہر الروایہ اور نادر روایات کے درمیان امتیاز کی قدرت ان میں موجود ہوتی ہے، جیسے اصحاب متون معتبرہ مثلاً صاحب مختار، صاحب وقایہ، صاحب مجمع وغیرہ۔

۷۔ مقلد محض:

جن میں مذکورہ بالا کوئی صلاحیت موجود نہ ہو۔ ایسے حضرات کا ذاتی قول قابل عمل نہیں ہوتا۔ بس یہ ائمہ مذہب کے اقوال نقل کر سکتے ہیں جیسے موجودہ دور کے صاحبان فقہ۔
حنفی فقہاء کی طرح کتب احناف کے بھی طبقات ہیں۔ علماء نے ان کے تین طبقے بیان کئے ہیں۔ (۱) کتب اصول (۲) کتب نوادر (۳) کتب واقعات۔

۱۔ کتب اصول:

کتب اصول ہی کو ظاہر الروایہ بھی کہتے ہیں۔ اس طبقے میں وہ کتابیں اور روایات شامل ہیں جو اصحاب مذہب سے منقول ہیں۔ حنفی ائمہ ثلاثہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی مرویات اسی ذیل میں آتی ہیں۔ ان میں امام زفر، امام حسن بن زیاد وغیرہ ثلاثہ امام اعظم کی روایات کا بھی شمار ہوتا ہے۔ لیکن عموماً ظاہر الروایہ کا اطلاق حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان چھ تصانیف مبارکہ پر ہوتا ہے۔

(۱) مبسوط (۲) جامع صغیر (۳) جامع کبیر (۴) سیر صغیر (۵) سیر کبیر (۶) زیادات۔ یہ کتابیں ظاہر الروایہ اس لئے کہلاتی ہیں کہ انہیں تواتر کے ساتھ ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے۔ موجودہ دور میں مسائل اصول جن کتابوں میں جمع ہیں، ان میں حاکم شہید کی کتاب الکافی اور شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط نہایت معتد ہیں۔

۲۔ کتب نوادر:

اس کے ذیل میں اصحاب مذہب کی وہ روایات آتی ہیں جو مذکورہ بالا چھ کتابوں میں نہ

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی تصحیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۹۱﴾ ذوالحجہ/محرم ۱۴۲۶ھ ☆ جنوری ۲۰۰۶
 ہوں جیسے حضرت امام محمد کی کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات، رقیات، زیادۃ الزیادات (امالی امام محمد
 بروایت ابن رستم) کے مسائل اور روایات۔ حضرت امام ابو یوسف کی کتب الامالی، حضرت امام حسن
 بن زیادہ کی المحرر وغیرہا۔

۳۔ کتب واقعات:

ان میں وہ مسائل آتے ہیں جنہیں ائمہ ثلاثہ کے بعد والے طبقے نے تصنیف یا روایت کیا
 ہو جیسے فقہ ابو الیث سمرقندی کی کتاب النوائل، دیگر حضرات کی مجموع النوائل، واقعات الناطقی،
 واقعات صدر الشہید۔ واقعات دراصل فتاویٰ یا قضایا کے مجموعے ہوتے ہیں۔ اسی صنف سے زیر نظر
 کتاب کا خاص تعلق ہے۔

موجودہ دور میں فقہ حنفی کی ماخذ کے طور پر استعمال ہونے والی مستند کتابیں یہ ہیں:

- ۱۔ اصول بزودی۔ امام علی بن محمد بزودی (م ۲۸۲ھ)۔
- ۲۔ المسموط۔ شمس الائمہ سرخسی (م ۵۰۰ھ)۔
- ۳۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع شرح تحفۃ الفقہاء۔ ملک العلماء امام ابوبکر بن مسعود بن احمد
 کاسانی (م ۵۸۷ھ)۔
- ۴۔ فتاویٰ قاضی خاں: امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی فرغانی معروف بہ قاضی خاں (م
 ۵۹۲ھ)۔
- ۵۔ الہدایہ: امام ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی (م ۵۹۳ھ)۔
- ۶۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق: شیخ زین بن ابراہیم معروف بہ ابن نجیم صاحب الاشاہ والنظار
 (م ۹۷۰ھ)۔
- ۷۔ درمختار شرح تنویر الابصار: علامہ محمد علاء الدین بن علی حصکلی (م ۱۰۸۸ھ)۔
- ۸۔ رد المحتار علی الدر المختار: علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ)۔
- ۹۔ حاشیہ الخطاوی علی الدر المختار: علامہ سید احمد خطاوی (م ۱۳۰۲ھ)۔
- ۱۰۔ خطاوی علی مراقی الفلاح: علامہ سید احمد خطاوی۔
- ۱۱۔ فتاویٰ عالمگیری: مفتی نظام الدین و علماء کابورڈ۔

فقہیہ واحد اشہد علی الشیطان من الف عابد ☆ ایک فقہی شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۹۲﴾ ذوالحجہ/محرم ۱۴۲۶ھ ☆ جنوری ۲۰۰۶
۱۲۔ العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی (م ۱۳۳۰ھ)
قدت اسرارہم۔

متوسطن فقہاء نے کتب احناف کی ایک درجہ بندی اور کی ہے یعنی (۱) متون (۲) شروح اور (۳) فتاویٰ۔ سب سے مقدم اور اہم متون ہیں پھر شروح پھر فتاویٰ۔ چند مستند متون، شروح اور فتاویٰ یہ ہیں:

مستند متون:

(۱) مختصر امام طحاوی (۲) مختصر امام کزنی (۳) مختصر امام قدوری (۴) کنز الدقائق (۵) وانی (۶) وقایہ (۷) نقایہ (۸) اصلاح (۹) مختار (۱۰) مجمع البحرین (۱۱) مواہب الرحمن (۱۲) ملتقى۔

مستند شروح:

(۱) مذکورہ بالا مختصرات کی شرحیں (۲) کتب اصول ستہ (جامع کبیر، جامع صغیر، مبسوط، زیادات، سیر کبیر، سیر صغیر) کی شرحیں (۳) مبسوط امام سرخسی (۴) بدائع الصنائع (۵) تبیین الحقائق (۶) فتح القدیر (۷) عنایہ (۸) بنایہ (۹) غایۃ البیان (۱۰) درایہ (۱۱) کفایہ (۱۲) نہایہ (۱۳) حلیہ (۱۴) غنیۃ (۱۵) البحر الرائق (۱۶) المنہر الفائق (۱۷) درر احکام (۱۸) در مختار (۱۹) جامع المضممرات (۲۰) جوہرہ نیرہ (۲۱) ایضاح وغیرہ۔

امام احمد رضا کے نزدیک انہیں میں محققین کے حواشی بھی داخل ہیں جیسے غنیۃ شرنبلالی، حواشی خیر الدین رطبی، رد المحتار، منہ الخالق، فتاویٰ خیریہ، العقود الدرر للشمسی، الفتاویٰ الرضویہ اور اس جیسی دوسری کتابیں۔ الجتبی، جامع الرموز، شرح ابی المکارم، سراج و ہاج، شرح ملا مسکین کا شمار شروح میں نہیں۔

مستند فتاویٰ:

(۱) خانہ (۲) خلاصہ (۳) بزازیہ (۴) خزائنہ المستنبین (۵) جواہر الفتاویٰ (۶) محیطات (محیط نام کی متعدد کتابیں)۔ (۷) ذخیرہ (۸) واقعات ناطقی (۹) واقعات صدر الشہید (۱۰) نوازل

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۹۳﴾ ذوالحجہ / محرم ۲۷-۱۴۲۶ھ ☆ جنوری ۲۰۰۶
 فقیہ (۱۱) مجموع النوازل (۱۲) ولواجیہ (۱۳) ظمیرہ (۱۴) عمدۃ (۱۵) کبریٰ (۱۶) صغریٰ (۱۷) تہمتہ
 الفتاویٰ (۱۸) صغریہ (۱۹) فصول نمادی (۲۰) فصول استروشٹی (۲۱) جامع صغار (۲۲) آثار خانہ
 (۲۳) ہندیہ / فتاویٰ عالمگیری (۲۴) الاشباہ والنظائر (۲۵) منیہ وغیرہ۔

فقہ، رحمانیہ، خزائنہ الروایات، مجمع البرکات، برہان کا شمار فتاویٰ میں نہیں۔ فتاویٰ طوری،
 فتاویٰ محقق ابن نجیم ناقابل اعتماد ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ملخصاً۔ متفرق جلدیں)

اب ایک اجمالی نظر خاص صنف فتاویٰ کی تاریخ پر۔

تحفظ اور اطلاع کی راہ سے سب سے پہلا مجموعہ فتاویٰ حضرت مولائے کائنات کا ہے
 جس کی نقلیں لوگوں نے محفوظ کیں۔ یونہی حضرت زید بن ثابت کے فتاویٰ کے تحریری مجموعے کا بھی
 تذکرہ ملتا ہے (مقدمہ فتاویٰ مظہریہ، ص ۵۲)۔ عرب اپنی بے پناہ قوت حافظہ کی بناء پر باتیں ضبط تحریر
 میں لانے کو عار سمجھتے تھے اور اپنی قوت حفظ پر ہی زیادہ انحصار کرتے تھے۔ اس لئے فقہائے صحابہ کی
 کثرت کے باوجود ان کے فتاویٰ اور فیصلے ضبط تحریر میں نہ لائے جاسکے یا لائے گئے لیکن ان کی
 باضابطہ حفاظت اور تدوین کا اہتمام نہ ہوسکا۔ خود احادیث کریمہ کی باضابطہ تدوین تیسری صدی کے
 آغاز کی چیز ہے تو پھر فتاویٰ اور قضایا جو قتی ضرورتیں پوری کرتے ہیں، ان کی تدوین نہ ہو سکی تو یہ کوئی
 تعجب خیز بات نہیں۔ اس ترقی یافتہ دور میں بھی سیکڑوں اصحاب فتاویٰ ایسے ملیں گے جن کے فتاویٰ
 محفوظ نہیں رہ پاتے اور رہے بھی تو ان کی ترتیب و اشاعت کی نوبت نہیں آتی۔ پھر بھی بعد کی صدیوں
 میں دوسرے فنون کی کتابوں کی طرح مرتب فتاویٰ کی شرح بھی بڑھتی گئی۔ تدوین کی راہ میں سب
 سے پہلا مجموعہ فتاویٰ حضرت فقیہ ابو الیث سمرقندی کا ہے ”کتاب النوازل“۔

- | | |
|----------------------------------|---------------------------------------|
| ۱۔ فتاویٰ ابی بکر | ۲۔ فتاویٰ ابی القاسم (تیسری صدی ہجری) |
| ۳۔ فتاویٰ ابن قطان | ۳۔ فتاویٰ ابی الیث۔ |
| ۵۔ فتاویٰ ابن الحداد (چوتھی صدی) | ۶۔ فتاویٰ ابن الصباغ |
| ۷۔ فتاویٰ اسمعیلی | ۸۔ فتاویٰ خواہر زادہ |
| ۹۔ فتاویٰ بجنیدی (پانچویں صدی) | ۱۰۔ فتاویٰ ترمذی |
| ۱۱۔ فتاویٰ حسام الدین | ۱۲۔ فتاویٰ سراجیہ |

علمی و تحقیقی مجلۂ فقہ اسلامی ﴿ ۹۳ ﴾ ذوالحجہ / محرم ۱۴۲۶ھ - ۲۷ جنوری ۲۰۰۶

- | | |
|-----------------------------------|---|
| ۱۳۔ فتاویٰ قاضی خاں | ۱۳۔ فتاویٰ ظہیر یہ |
| ۱۶۔ فتاویٰ صغریٰ (چھٹی صدی) | ۱۵۔ فتاویٰ کبریٰ |
| ۱۸۔ فتاویٰ صوفیہ | ۱۷۔ فتاویٰ ابن رزین |
| ۲۰۔ فتاویٰ ابن عقیل | ۱۹۔ فتاویٰ ولولاجیہ (ساتویں صدی) |
| ۲۲۔ فتاویٰ بسکی (آٹھویں صدی) | ۲۱۔ فتاویٰ زرکشی |
| ۲۴۔ فتاویٰ حمادیہ | ۲۳۔ فتاویٰ قاری الہدیٰ |
| ۲۶۔ فتاویٰ ابی السعد | ۲۵۔ فتاویٰ ابن شمس |
| ۲۸۔ الفتاویٰ الخیریۃ النفع البریۃ | ۲۷۔ فتاویٰ زینیہ (دسویں صدی) |
| ۳۰۔ فتاویٰ جامع البرکات | ۲۹۔ العقود الدرریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ |
| ۳۱۔ فتاویٰ نقشبندیہ | (تالیف ۱۲۳۸ھ) |

یہ معدودے چند اسمائے فتاویٰ تھے جو کشف الظنون سے انتخاب کئے گئے۔

ہندوستانی فتاویٰ کی تاریخ بھی اتنی ہی پرانی ہے جتنی ہندوستانی اسلام کی۔ ہند کی سرزمین مسلمانوں کی قدم سے عہد فاروقی میں ہی سرفراز ہو چکی تھی۔ جب سلاطین اسلام نے ہندوستان میں قدم جمائے اور اس کفرستان میں اسلام کی پرچم کشائی ہوئی تو اسلامی احکام کے نفاذ اور دریافت کا ایک سلسلہ چل پڑا۔ خود سلاطین اسلام، اسلامی دانشور ہوا کرتے تھے اور فقہی معاملات سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ اس ذیل میں سلطان محمود غزنوی، طہیر الدین محمد بابر، سلطان عالمگیر اورنگ زیب کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ محمود غزنوی نے خود فقہ پر شاندار کتاب تصنیف کی "التفرید فی الفروع"۔ دیگر سلاطین نے بھی فتاویٰ کے مجموعے مرتب کرائے۔ اس ذیل میں فتاویٰ عالمگیری کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی جس کی تدوین پر اس زمانے میں دو لاکھ روپے صرف ہوئے۔ یہ کتاب عجب اخلاص اور دیانت کی پاکیزہ ٹھنڈی چھاؤں میں مرتب ہوئی کہ صدیوں کی گرد بھی اس کی مقبولیت اور افادیت پر ذرہ برابر اثر انداز نہ ہو سکی بلکہ آئے دن اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اب تک کئی بین الاقوامی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کے علاوہ (۲) فتاویٰ فیروز شاہی (۳) فتاویٰ ابراہیم شاہی (۴) فتاویٰ اکبر شاہی (۵) فتاویٰ عادل شاہی (۶) فتاویٰ تاتارخانی جیسے مجموعے ہائے فتاویٰ بھی سلاطین اسلام کے دور کی یادگار ہیں۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۹۵﴾ ذوالحجہ/محرم ۱۴۲۶ھ ☆ جنوری 2006

دستور اسلامی کی بنیادی زبان عربی تھی اور سلاطین ہند کی سرکاری زبان فارسی، اس لئے بیشتر فنون کی طرح فتاویٰ کی کتابیں بھی یا تو عربی زبان میں لکھی گئیں یا فارسی زبان میں۔ بارہویں صدی کے اخیر میں جب اس سرزمین پر اردو نے قدم جمائے تو افغانی سلاطین ہند کے قدم اکھڑ رہے تھے اور انگریزوں کے تسلط کا آغاز ہو رہا تھا۔ اس لئے اب عوام انفرادی سطح پر علمائے امت سے مسائل میں رجوع کرنے لگے اور اردو فتاویٰ کے قیمتی مجموعے بھی منظر عام پر آنے لگے۔ ان میں چند اہم مجموعے ہائے فتاویٰ یہ ہیں:

- ۱۔ العطاء النبیوی فی الفتاویٰ الرضویہ (۱۳۱۰ھ)۔ عمقیری فقیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ (م ۱۳۴۰ھ)۔
- ۲۔ فتاویٰ ارشادیہ (مطبوعہ ۱۹۵۵ء)۔ علامہ ارشاد حسین رامپوری۔
- ۳۔ فتاویٰ محبوبیہ (مطبوعہ ۱۳۱۶ھ)۔ مولانا احمد حسین خان۔
- ۴۔ فتاویٰ امجدیہ۔ علامہ مفتی حکیم ابو العلام محمد امجد علی قادری رضوی۔
- ۵۔ فتاویٰ مولانا عبدالحیٰ فرنگی مٹلی۔
- ۶۔ فتاویٰ قیام المسلمۃ والدین۔ مولانا عبدالباری فرنگی مٹلی۔
- ۷۔ فتاویٰ نعیمیہ۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی۔
- ۸۔ فتاویٰ نظامیہ۔ مفتی رکن الدین۔ مطبوعہ حیدرآباد دکن۔
- ۹۔ فتاویٰ صدارت العالیہ۔ مطبوعہ حیدرآباد دکن (۱۳۵۳ھ)۔
- ۱۰۔ فتاویٰ واحدی۔ علامہ عبدالواحد سیوستانی (مطبوعہ لاہور ۱۳۳۶ھ)۔
- ۱۱۔ فتاویٰ مسعودی۔ علامہ محمد مسعود شاہ نقشبندی۔
- ۱۲۔ مجموعہ فتاویٰ۔ مہر علی شاہ گولڑوی (قلمی)۔
- ۱۳۔ فتاویٰ ملک العلماء۔ ملک العلماء مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری برکاتی رضوی، وغیرہ وغیرہ۔

عمدہ لکھائی..... بہترین چھپائی

مسودہ دیتے..... کتاب لیجئے

جمیل پراڈرز

ناظم آباد نمبر 2 کراچی